درس ۱۹

اِعراض عنِ الجہاد کی پاداش

نفاق

سورۃ المنافقون کی روشنی میں

(۳)

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۞ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ کَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ یَحْسَبُوْنَ کُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۞ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَکُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَکْبِرُوْنَ ۞ سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۞ هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ۞ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ

الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۞ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞﴾

یہ سورۃ المنافقون ہے' جو اٹھائیسویں پارے میں سورۃ الجمعہ کے بعد اور سورۃ التغابن سے قبل وارد ہوئی ہے۔ دو رکوعوں پر مشتمل اس سورۃ کی کل گیارہ آیات ہیں۔اس کا ایک رواں اور بامحاورہ ترجمہ یوں ہوگا:

''اے نبیؐ! جب یہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہ ہیں اس پر کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں' لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے' پس وہ اللہ کے راستے سے رُک گئے ہیں' یقیناً بہت برا ہے وہ طرزِ عمل جو انہوں نے اِختیار کیا۔ یہ اس لئے کہ وہ ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا' تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی' تو اب وہ تفقہ سے عاری ہو چکے ہیں۔ اور جب آپ انہیں دیکھتے ہیں تو ان کی جسامت اور ان کی تنومندی سے آپ متاثر ہوتے ہیں' اور اگر وہ بات کرتے ہیں تو آپ ان کی بات توجہ سے سنتے ہیں۔ ان کی مثال ان سوکھی لکڑیوں کی سی ہے جنہیں سہارے سے کھڑا کر دیا گیا ہو۔ ہر دھمکی کو وہ اپنے ہی اوپر سمجھتے ہیں۔ یہی دشمن ہیں' پس ان سے بچئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے' کہاں سے بچلائے جا رہے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تا کہ اللہ کے رسول تمہارے لئے استغفار کریں تو وہ اپنے سروں کو مٹکاتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں ان کو کہ وہ رکے رہ جاتے ہیں گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے۔ ان کے حق میں بالکل برابر ہے خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں خواہ نہ کریں' اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو معاف فرمانے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مت خرچ کرو ان پر کہ جو اللہ کے رسولؐ کے آس پاس ہیں یہاں تک کہ یہ بھیڑ

منتشر ہو جائے' حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کی ملکیت ہیں لیکن منافقین کو اس کا فہم حاصل نہیں۔ کہتے ہیں اگر ہم لوٹ گئے مدینے کی طرف تو ہم میں سے باعزت لوگ کمزوروں کو لازماً نکال باہر کریں گے' حالانکہ عزت تو اللہ کے لئے' اس کے رسولؐ کے لئے اور اہل ایمان کے لئے ہے' لیکن منافق اس کا علم نہیں رکھتے۔

اے ایمان والو! نہ غافل کر پائیں تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے۔ اور جو کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو وہی ہیں کہ جو خسارے میں رہنے والے ہیں۔ اور خرچ کرو اور کھپا دو اس میں سے کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آن کھڑی ہو اور پھر وہ کہے اے میرے ربّ کیوں نہ تُو مؤخر کر دے میرے اس وقتِ معین کو تھوڑے سے وقت کے لئے تو میں صدقہ کروں اور میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔ اور ہرگز ہرگز مؤخر نہ کرے گا اللہ کسی ذی نفس کے لئے بھی جب کہ اس کا وقتِ معین یعنی اس کی اجل آن پہنچے' اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے اس سے کہ جو تم کر رہے ہو۔''

جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے' یہ مختصر سورت نفاق کے موضوع پر انتہائی جامع ہے۔ اب ہم اللہ کے نام سے اس کی آیاتِ مبارکہ کا سلسلہ وار مطالعہ شروع کرتے ہیں۔ جو باتیں نفاق کے بارے میں تمہیداً عرض کی جا چکی ہیں' ان شاء اللہ العزیز ان کے بعد اس سورۂ مبارکہ کے مطالب و مفاہیم بڑی آسانی سے واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ اگرچہ نفاق کا ذکر بعض مکی سورتوں میں بھی موجود ہے' چنانچہ ہمارے اس ''منتخب نصاب'' کے اگلے درس یعنی سورۃ العنکبوت میں یہ بات سامنے آئے گی' لیکن نفاق نے ایک باقاعدہ ادارے کی شکل مدنی دَور میں اختیار کی اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ ایک بیماری تھی جس نے بڑھ کر تدریجاً ''نفاق'' کی معین شکل اختیار کی۔ چنانچہ اس ضمن میں ہمیں یہ حکمت نظر آتی ہے کہ مدنی سورتوں میں سے اوّلین سورتوں میں اس روگ کی نشان دہی تو کی گئی ہے اور بیماری کا ذکر تو موجود ہے' مگر لفظ ''نفاق'' استعمال نہیں کیا گیا۔ یعنی کسی کو تعین کے ساتھ منافق قرار نہیں دیا گیا۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: ﴿فِـــیۡ

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا﴾ ''ان کے دلوں میں ایک بیماری تھی تو اللہ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا''......لیکن پوری سورۃ البقرۃ میں کہیں لفظ ''نفاق'' یا ''منافقت'' یا ''منافق'' موجود نہیں۔ تاہم جیسے جیسے معاملہ آگے بڑھا' یہ مرض پوری طرح نمایاں ہو کر سامنے آیا۔ آغاز میں حکمت تربیت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ ان کو بالکل ننگا نہ کیا جائے' علامات بیان کر دی جائیں' تاکہ جن کے دلوں میں ابھی یہ روگ ابتدائی درجے میں ہو' اگر وہ متنبہ ہو جائیں اور اصلاح پر آمادہ ہوں تو اس میں انہیں کوئی حجاب محسوس نہ ہو۔ لیکن بہرحال ایک وقت آیا کہ پھر منافق کی اصطلاح کھل کر استعمال ہوئی۔

سورۃ المنافقون کا زمانۂ نزول

اس سورۃ کے زمانۂ نزول کے بارے میں قریباً اتفاق ہے کہ غزوۂ بنی مصطلق کے دوران یا اس کے فوراً بعد اس کا نزول ہوا۔ اگرچہ اس غزوے کا قطعی زمانہ معین کرنا خاصا مشکل ہے اور اس بارے میں کچھ اختلافِ رائے بھی پایا جاتا ہے' تاہم اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ غزوہ مدنی دَور کے قریباً وسط میں پیش آیا اور اس موقع پر بعض معین واقعات ایسے سامنے آئے کہ جن کے پس منظر میں جب یہ آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے ''نفاق'' کے موضوع پر ایک نہایت جامع مضمون کی حیثیت اختیار کر لی۔

منافقین کے دعوائے ایمان کی حقیقت

فرمایا: ﴿اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کہ جب وہ منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں —— یہ ٹکڑا بہت قابل توجہ ہے۔ یہاں نفاق کے بارے میں ایک بات یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ وہ نفاق جس کا ظہور دورِ نبوی میں مدینہ میں ہوا' اس کا آغاز درحقیقت یہود کی جانب سے ہوا اور مسلمانوں میں سے بھی اَوس اور خزرج کے قبیلوں کے وہ لوگ سب سے پہلے اس مرض کی لپیٹ میں آئے جن کے یہودیوں کے ساتھ حلیفانہ تعلقات اور سماجی روابط تھے۔ یہیں سے نفاق کا پودا پروان چڑھا اور برگ و بار لایا۔ یہود کے بارے میں ایک بات یہ جان لینی چاہئے کہ انہوں نے جب نبی اکرم ﷺ کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو دیکھا تو اگرچہ ان کے علماء خوب پہچان گئے تھے کہ

آپؐ اللہ کے رسول ہیں ﴿یَعۡرِفُوۡنَہٗ کَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ ھُمۡ﴾ لیکن نسلی تعصب کے باعث ایمان لانے پر آمادہ نہ ہوئے۔ نبی آخر الزمان کی پیشین گوئیاں ان کے ہاں موجود تھیں اور وہ منتظر تھے کہ اس نبی کے ظہور کا وقت اب قریب ہے۔ چنانچہ جب کبھی اَوس اور خزرج کے لوگوں سے ان کا جھگڑا ہوتا اور ان کی عددی اکثریت کی وجہ سے یہودیوں کو دبنا پڑتا تو وہ یہ دھمکی دیا کرتے تھے کہ اس وقت تو تم ہمیں جس طرح چاہو دبا لو لیکن یاد رکھو کہ نبی موعود کی بعثت کا وقت قریب ہے' جب ہم اس کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں گے تو تم ہم پر غالب نہ آسکو گے۔ گویا آنحضور ﷺ کو انہوں نے پہچان تو لیا تھا لیکن انہیں یہ گمان تھا کہ آخری نبی انہی میں سے یعنی بنی اسرائیل سے ہوگا۔ چنانچہ یہ نسلی اور قومی تعصب ان کے پاؤں کی بیڑی بن گیا کہ ہم سے یہ فضیلت کیوں چھین لی گئی اور بنی اسماعیل میں آخری اور کامل نبوت کا ظہور کیسے ہوگیا!! یہی ان کے قبولِ اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کو تمکن اور غلبہ عطا فرمایا اس کے آگے وہ بے بس سے ہو کر رہ گئے۔ ان کے بعض لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا کہ ہمیں بھی مسلمان تسلیم کیا جائے' اس لئے کہ جن باتوں کی دعوت محمد (ﷺ) دے رہے ہیں ان میں سے دو باتیں وہ ہیں جن کو ہم پہلے ہی سے مانتے ہیں۔ آپؐ توحید کی دعوت دے رہے ہیں' ہم توحید کے پہلے سے علمبردار ہیں' آپؐ آخرت کی دعوت دے رہے ہیں' ہم بھی آخرت کے ماننے والے ہیں۔ پھر یہ کہ تیسری بنیادی شے نبوت و رسالت ہے' اس میں بھی ہمارے مابین کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ نبوت و رسالت کے ہم بھی اسی طرح قائل ہیں جیسے محمد (ﷺ)۔ خود محمد (ﷺ) یہ فرما رہے ہیں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے رسول تھے' عیسیٰ (علیہ السلام) اللہ کے رسول تھے اور یہی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء جو اُن کے مابین آئے ان سب کی صداقت کے وہ (ﷺ) معترف ہیں تو اب باقی سارے معاملات میں ہمارے اور ان کے مابین کامل اشتراک موجود ہے' سوائے اس کے کہ ہم ان کی رسالت کے قائل نہیں۔

سورۃ البقرۃ کے دوسرے رکوع کے ابتدائی الفاظ بڑے قابلِ توجہ ہیں۔ وہاں جو

نقشہ کھینچا گیا وہ یہود اور منافقین دونوں پر راست آتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ''کہ لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور یومِ آخر پر' حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے''۔ اس میں درحقیقت یہود کے اس موقف کی ترجمانی بھی ہوگئی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے ماننے والے اور یومِ آخر پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ اب جھگڑا صرف رہ جاتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا۔ تو چلئے اگر اتنی سی بات رہ بھی جائے تو اس میں حرج کیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہماری یہ حیثیت تسلیم کریں کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہی معاملہ تھا کہ یہود کے زیرِ اثر جب اوس اور خزرج کے کچھ لوگوں تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے بھی کچھ اسی طرز کا موقف اختیار کیا کہ اگر ہم محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت اور متابعت اختیار نہ بھی کریں تو تب بھی ہمارے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا! لیکن پھر جب کوئی ایسا موقع آتا تھا کہ ان کی کوتاہی پر سرزنش کی جاتی تھی اور انہیں کوئی وضاحت یا کوئی معذرت پیش کرنی پڑتی تو ان کی طرف سے اپنے ایمان کے ادعاء اور اظہار کے لئے جو سب سے زیادہ پُرزور بات کہی جاتی تھی وہ یہی تھی کہ ہم آپؐ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہاں اس سورۂ مبارکہ کی پہلی آیت میں ایمانیات میں سے صرف ایمان بالرسالت کا ذکر ہے: ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کہ منافق لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد بڑے ہی لطیف پیرائے میں تعریض کے انداز میں فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ﴾ کہ اللہ سے بڑھ کر کس کو معلوم ہوگا کہ آپؐ اس کے رسول ہیں! ـــــ اللہ کو خوب معلوم ہے آپؐ اس کے رسول ہیں' لیکن فی الحقیقت یہ منافق کذب بیانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ گویا کہ جو بات ان کی زبان سے نکل رہی ہے وہ اگرچہ لفظاً غلط نہیں ہے' لیکن ان کا قول ان کی دلی کیفیات کی ترجمانی نہیں بلکہ تکذیب کر رہا ہے۔ یہ لوگ دل سے آپؐ کو اللہ کا رسول تسلیم نہیں کرتے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝﴾ ''اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔''

نفاق کے درجات اور ان کی علامات

یہاں لفظ ''کذب'' خاص طور پر لائق توجہ ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہ کذب ہی درحقیقت نفاق کا نقطۂ آغاز ہے۔ چنانچہ سورۃ المنافقون کی پہلی ہی آیت میں اس کی نشاندہی ہوگئی۔ ابتداء میں تو یہ کذب سادہ سے جھوٹ کی صورت میں ہوتا ہے' لیکن آگے بڑھ کر جب یہ مرض دوسرے مرحلے میں داخل ہوتا ہے تو پھر یہ جھوٹی قسموں کی شکل اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ دوسری آیت میں دیکھئے قسموں کا ذکر آ گیا۔ فرمایا: ﴿اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً ......﴾ ''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔'' یمین داہنے ہاتھ کو بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ قسم کھاتے ہوئے اور قول و قرار کے موقع پر داہنا ہاتھ اٹھانے کی ایک روایت قدیم زمانے سے چلی آ رہی ہے' لہٰذا قسم کو بھی یمین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ ان منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنے لئے ڈھال بنا لیا ہے۔ اگر آپ ان سے پُرسش کریں' کوئی پوچھ گچھ کریں یا ان کو کہیں بھی کسی معاملے میں اپنے موقف کی وضاحت کرنی پڑے تو فوراً قسموں کو اپنی ڈھال کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں کہ خدا کی قسم ہے' اللہ گواہ ہے کہ جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ درست ہے! —— اپنی قسموں کو ڈھال بنانے کا نتیجہ یہ ہے کہ ﴿فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ﴾ صَدَّ یَصُدُّ عربی زبان میں لازم اور متعدی دونوں معنی دیتا ہے۔ یہاں مفہوم یہ ہوگا کہ پس یہ خود بھی رک گئے ہیں اللہ کے راستے سے اور دوسروں کو بھی روکنے کا سبب بن گئے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ ہر فرد اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے دوسروں کے لئے نمونہ بنتا ہے۔ وہ یا تو خیر کی تشویق و ترغیب کا سبب بنے گا' یا دوسروں کے لئے شر کا راستہ کھولے گا اور نمونۂ شر بنے گا۔ ﴿اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝﴾ ''واقعہ یہ ہے کہ بہت ہی بُرا طرزِ عمل ہے جو انہوں نے اختیار کیا ہے''۔ یعنی انجامِ کار کے اعتبار سے یہ بہت ہی بری روش ہے۔ دنیا میں تو شاید وقتی طور پر انہیں یہ محسوس ہوتا ہو کہ ہم نے اپنے اس طرزِ عمل کی بدولت جان و مال کا تحفظ کر لیا' لیکن حقیقت یہ ہے کہ انجامِ کار کے اعتبار سے بہت ہی غلط طرزِ عمل ہے جو انہوں نے اختیار کیا۔

نفاق کا اصل سبب

یہاں اس آیۂ مبارکہ میں ''عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' کے الفاظ نوٹ کر لئے جائیں۔ یہ گویا کہ نشاندہی کر رہے ہیں کہ نفاق کا اصل سبب اعراض عن سبیل اللہ یعنی اعراض عن الجہاد فی سبیل اللہ ہے۔ منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ وہ کسی نہ کسی درجے میں نمازیں پڑھنے کو تیار تھے، لیکن جان و مال کے ساتھ جہاد سے ان کی جان جاتی تھی۔ عبداللہ بن اُبی کا قول روایات میں آتا ہے کہ ہم نے نمازیں بھی پڑھی ہیں اور زکوتیں بھی دی ہیں، لیکن اللہ کی راہ میں جان و مال کھپانے کا جو ایک تقاضا اور مطالبہ ہر دم ہمارے سروں پر مسلط رہتا ہے کہ نکلو اللہ کی راہ میں، اللہ کے دین پر پھر ایک کٹھن مرحلہ آ گیا ہے، اپنی جانیں اور اپنے مال پیش کرو، یہ ہم پر بہت شاق ہے۔ یہ وہ چیز تھی جو اُن کو قدم قدم پر روکتی تھی۔ یہی وہ سبب اور بنیاد ہے کہ جس پر درحقیقت نفاق کا یہ پورا قصر تعمیر ہوتا ہے۔

نفاق کی اصل حقیقت

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ......﴾ اب یہاں نفاق کی اصل حقیقت کا ذکر آرہا ہے، جس کے بارے میں اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نفاق کی ایک قسم وہ بھی تھی اور یقیناً تھی کہ انسان اسلام کا لبادہ ہی دھوکے کے تحت، فریب دینے کے لئے اوڑھتا تھا اور ایمان کی کبھی کوئی رمق اسے نصیب ہوتی ہی نہ تھی — لیکن حقیقت کے اعتبار سے نفاق کی جو اصل نوعیت تھی وہ یہاں بایں الفاظ واضح ہو رہی ہے: ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا﴾ ''یہ اس لئے ہوا کہ وہ ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کی روش اختیار کی''۔ نوٹ کیجئے کہ یہ کفر قانونی کفر نہیں ہے۔ اگر تو کوئی شخص ایمان لانے کے بعد علانیہ کافر ہو جائے تو وہ مرتد قرار پائے گا، لیکن منافق مرتد نہیں تھے۔ وہ ہمیشہ اہل ایمان کی صفوں میں، قانونی اسلام کے دائرے میں رہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں یہ لفظ کفر کفرِ حقیقی کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جس طرح ایک ایمان قانونی ایمان ہے اور ایک ایمان حقیقی ایمان ہے، اسی طرح ایک کفر قانونی کفر ہے یعنی علانیہ کفر، اور ایک ہے کفر حقیقی۔ اس کفر حقیقی کو اپنے ذہن میں نفاق کے مساوی قرار دے لیجئے۔ یعنی کفر

حقیقی ہی دراصل نفاق ہے۔

سورۃ المنافقون میں نفاق کے موضوع سے متعلق سارے مضامین بڑے ہی اختصار کے ساتھ سمو دیئے گئے ہیں' لیکن اس آیۂ مبارکہ کی جو شرح سورۃ النساء میں وارد ہوئی ہے اس سے انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ پورا processایک دم اور یک بارگی نہیں ہو جاتا اور انسان یہ فیصلے اچانک اور ایک ہی مرتبہ نہیں کر لیتا' بلکہ اس میں بہت سے اتار چڑھاؤ آتے ہیں' انسان کبھی آگے بڑھ رہا ہے' کبھی پیچھے ہٹ رہا ہے' پھر کبھی آگے بڑھنے کی کوشش کی ہے' پھر پیچھے ہٹ گیا ہے۔ اس طرح کی کیفیت دیر تک رہتی ہے' تا آنکہ پھر مرضِ نفاق دل میں راسخ ہو جاتا ہے اور اپنی جڑیں مضبوطی سے جما لیتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں جو الفاظ آئے ہیں وہ بڑے فکر انگیز ہیں:

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا ﴿﴾ بَشِّرِ الۡمُنٰفِقِیۡنَ بِاَنَّ لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمَا ﴿﴾﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے' پھر انہوں نے کفر کیا' پھر ایمان لائے' پھر کفر کیا' پھر وہ کفر میں بڑھتے چلے گئے' اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا نہیں ہے اور نہ ہی انہیں راہ یاب کرنے والا ہے۔ (اے نبیؐ!) ایسے منافقوں کو آپ بشارت سنا دیجئے کہ ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے۔''

یہ ہے مرضِ نفاق کے شکار انسان کی باطنی کیفیت کا نقشہ کہ کچھ آگے بڑھا' پھر پیچھے ہٹا' پھر حالات بہتر ہوئے اور آسانی ہوئی تو سرگرمی کے ساتھ کچھ پیش قدمی کی' لیکن پھر کہیں کوئی مشکل مرحلہ آ گیا تو پسپائی اختیار کر لی۔ اس کیفیت کی تمثیل اس سے پہلے سورۃ البقرۃ کے دوسرے رکوع کے حوالے سے بیان کی جا چکی ہے: ﴿کُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَہُمۡ مَّشَوۡا فِیۡہِ وَ اِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡہِمۡ قَامُوۡا﴾ کہ ایمان کے راستے میں' ایمان کے تقاضوں کو ادا کرنے میں کچھ آگے بڑھتے ہیں' قدم اٹھاتے ہیں' پھر ہمت جواب دے دیتی ہے۔ جان و مال کھپانے کے تقاضے بڑے کڑے اور بڑے کٹھن نظر آنے لگتے ہیں تو انسان بیٹھ جاتا ہے۔ پھر کمر ہمت کستا ہے' پھر بیٹھ رہتا ہے۔ یہ عمل جاری رہتا ہے' تا آنکہ ایسا انسان مستقلاً بیٹھ رہتا ہے اور اس سے ہمت و کوشش کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جس کے بارے میں یہاں فرمایا: ﴿فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ فَہُمۡ لَا

﴿يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''تو ان کے دلوں پر مہر ہو چکی' پس وہ فہم سے عاری ہو چکے ہیں۔''

اس کے لئے قرآن حکیم میں ''طبع قلوب'' کے علاوہ ''ختم قلوب'' کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دونوں تراکیب مفہوم' معنی اور نتیجے کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ سورۃ البقرۃ کے پہلے رکوع میں کھلے کھلے کافروں کے ذکر کے ضمن میں الفاظ آئے ہیں: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾ جبکہ یہاں منافقین کے ضمن میں فرمایا گیا: ﴿فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ ''پس ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے۔'' ﴿فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾ ''چنانچہ وہ فہم سے عاری ہو چکے ہیں۔'' اسی کو سورۃ البقرۃ میں ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴾ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ اندھے' بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں' ان کی سماعت و بصارت کی صلاحیتیں بظاہر موجود ہیں' لیکن وہ بصارتِ حقیقی سے تہی دست ہو چکے ہیں' سماعت حقیقی سے محروم ہو چکے ہیں اور اب ان کے لوٹنے کا کوئی امکان نہیں۔

ذہن میں رکھئے کہ نفاق کا یہ سارا معاملہ دراصل قلب کی دنیا سے یعنی انسان کے باطن سے متعلق ہے۔ ورنہ ظاہری طور پر منافقین مسلمانوں ہی میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی کو بھی آخری وقت تک مسلمان تسلیم کیا گیا۔ یہاں اسلام اور ایمان کے مابین فرق کو' یا یوں کہہ لیجئے کہ ''قانونی ایمان'' اور ''حقیقی ایمان'' کے درمیان اس فرق کو جو اِس سے پہلے مختلف مواقع پر اس منتخب نصاب کے دروس کے دوران زیر بحث آ چکا ہے' ایک مرتبہ پھر ذہن میں تازہ کر لیجئے۔ اس لئے کہ یہ بڑی اہم بحث ہے۔ دین کے نظام کو سمجھنے کا بہت حد تک دارومدار اِس پر ہے۔

مختصر یہ کہ ایک ہے ''قانونی ایمان'' جس کے لئے مترادف لفظ ''اسلام'' ہے اور ایک ہے ''حقیقی ایمان'' جو یقینِ قلبی سے عبارت ہے۔ اس یقینِ قلبی والے ایمان سے اگر انسان محروم ہو جائے تو یہ ایک نوع کے نفاق کی کیفیت ہے۔ تاہم یہ واضح رہنا چاہئے کہ نفاق یا منافقت کسی قانونی درجے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی منافق کی کوئی علیحدہ قانونی حیثیت ہوتی ہے' بلکہ قانونی اعتبار سے تو مسلم اور کافر بس یہی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ہاں ایک مسلمان کی باطنی کیفیات مختلف ہو سکتی ہیں۔ وہ مثبت طور پر مؤمن بھی ہو سکتا ہے اور منفی طور پر منافق بھی!

منافقین کی اسلام دشمنی ___ ایک چشم کشا واقعہ

سورۃ المنافقون کی ابتدائی تین آیات کا مطالعہ کسی درجے میں ہم نے مکمل کر لیا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے پہلے رکوع کی بقیہ آیات کو سمجھنے کے لئے اس کے تاریخی پس منظر کو پہلے ذہن میں مستحضر کر لینا مفید ہوگا۔ حقیقت نفاق پر اصولی گفتگو اگرچہ ہو چکی ہے' لیکن یہ کہ عملاً یہ نفاق کا مرض انسان کو کہاں سے کہاں پہنچاتا ہے' جس کو اس سے قبل تُھرڈ سٹیج سے تعبیر کیا گیا تھا' یعنی نفاق کا وہ مرتبہ جہاں پہنچ کر اہل ایمان کیلئے بغض وعداوت اور ان سے دشمنی منافق کے دل میں گھر کر جاتی ہے' اس کی ایک نمایاں مثال اس واقعے کے حوالے سے سامنے آتی ہے جو غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر پیش آیا۔

اس غزوے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ کچھ منافقین بھی لشکر میں شامل تھے۔ عبداللہ بن اُبی بھی اپنی جمعیت کے ساتھ موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ واپسی پر مریسیع کے کنویں کے قریب جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا' دو مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ ایک حضرت جہجاہؓ تھے جو حضرت عمرؓ کے ملازم تھے اور ان کے گھوڑے وغیرہ کو سنبھالتے تھے' اور دوسرا شخص انصار کا حلیف تھا۔ معمولی سا جھگڑا ہوا۔ حضرت جہجاہؓ نے کہیں جذبات میں آ کر اس کو ایک لات رسید کر دی۔ اس پر ہنگامہ ہوا' ایک شور مچ گیا اور پرانی عصبیتوں کو آواز دی گئی۔ ہوتے ہوتے یہ معاملہ مہاجرین اور انصار کے مابین ایک جھگڑے کی شکل اختیار کر گیا۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی' آپؐ تشریف لائے' سمجھایا بجھایا' معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ عموماً ہوتا ہے' اس کے بعد چہ مے گوئیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ کچھ لوگ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے پاس گئے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے تشویش کا اظہار کیا کہ مہاجرین کی جرأتیں بڑھتی جا رہی ہیں! عبداللہ بن اُبی کو تو یوں سمجھئے کہ ایک موقع ہاتھ آ گیا۔ اس کے خبثِ باطن کے اظہار کے لئے یہ ایک بڑا مناسب موقعہ تھا۔ اس نے لوگوں کو سخت سست کہا کہ آج مجھ سے کیا کہتے ہو' یہ سب کچھ تم لوگوں کا کیا دھرا ہے۔ یہ لٹے پٹے مہاجرین مکہ سے آئے تھے' ان کے پاس کوئی ٹھکانہ نہ تھا' تم نے ان کو جگہ دی' تم نے انہیں پناہ دی' تم نے ان پر خرچ کیا' انہیں کھلایا پلایا۔ اب ان کی ہمتیں اتنی بڑھ گئی ہیں

کہ ہم لوگ یعنی اہل مدینہ ان کی دست درازیوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف بڑے گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ عربی زبان کی ایک کہاوت کا حوالہ دیا "سَمِّنْ کَلْبَکَ یَاْکُلْکَ" (یعنی اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرو' کسی روز وہ خود تمہیں کاٹے گا) اور کہا کہ یہی معاملہ ہمارے ساتھ ہو رہا ہے' اور خدا کی قسم! اگر تم لوگ اپنا دستِ تعاون اُن سے کھینچ لو اور اُن پر خرچ نہ کرو تو یہ سب چلتے بنیں گے۔ یہ ایمان اور جہاد کا غلغلہ محض اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں کو کھانے پینے کو ملتا ہے' آرام اور آسائش حاصل ہے۔ یہ سہولت اگر سلب کر لی جائے تو یہ ساری بھیڑ چھٹ جائے گی۔ مزید برآں اس نے بہت زور دے کر کہا کہ جب ہم مدینہ واپس پہنچیں تو بالکل متفق الرائے ہو کر یہ طے کر لیں کہ جو صاحبِ عزت ہیں' جو مدینہ کے قدیم باشندے ہیں (یا جدید اصطلاح میں جو Sons of the soil ہیں) وہ ان کمزور لوگوں کو نکال باہر کریں۔ ان مہاجروں کو جو بڑے کمزور ہیں' جن کی کوئی حیثیت نہیں' اب ہم مدینہ سے بے دخل کر کے چھوڑیں گے۔

یہ باتیں جہاں ہو رہی تھیں وہاں حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے جن کا شمار اس وقت نوجوان اور کم عمر صحابہ میں ہوتا تھا۔ انہوں نے جا کر یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچائی۔ معاملہ چونکہ اہم تھا لہٰذا آنحضور ﷺ نے ان سے اس بارے میں خوب اچھی طرح پوچھ گچھ کی کہ کہیں ان سے سننے میں کوئی سہو تو نہیں ہوا۔ لیکن جب آپ ﷺ کو اطمینان ہو گیا کہ حضرت ارقمؓ جو بیان کر رہے ہیں وہ مبنی بر حقیقت ہے تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن اُبی کو طلب فرمایا اور باز پُرس کی۔ وہ صاف قسم کھا گیا کہ مَیں نے ایسی کوئی بات ہی نہیں کہی' یہ بالکل جھوٹ اور افتراء ہے جو مجھ پر باندھا جا رہا ہے۔ اب حضرت زید بن ارقمؓ کی پوزیشن بڑی خراب (awkward) ہو گئی کہ عبداللہ بن اُبی کی بات کو درست تسلیم کیا جائے تو وہؓ جھوٹے پڑتے تھے۔ اتنے بڑے سردار اور اتنے معتبر شخص' رئیسِ خزرج کے مقابلے میں اس کم سن اور نوجوان صحابیؓ کی بات کون سنے! تو اس طرح حضرت زیدؓ کی پوزیشن بڑی ہی خراب ہوئی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ان میں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نیک دل اور مخلص مسلمان کے قول کی توثیق و تصویب کی کہ جو جھوٹ اس پر چسپاں کر دیا گیا تھا اسے اس سے براءت حاصل ہو

جائے' اور اصل حقیقت پورے طور پر مسلمانوں کے سامنے آ جائے۔

اس پس منظر میں ان آیات کا مطالعہ کیجئے اور اس پورے سلسلۂ کلام کو مدنظر رکھئے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس مرضِ نفاق کی ہلاکت خیزی کیا ہے اور یہ انسان کو کس انجامِ بد سے دوچار کرتا ہے۔ چنانچہ یہ مرض جس کا آغاز بالعموم ایک معمولی سی تقصیر سے ہوتا ہے' یعنی دین کے تقاضوں کے مقابلے میں اپنی جان و مال کے تحفظ کا خیال اور ایثار و قربانی سے گریز' لیکن جب یہ آگے بڑھتا ہے تو جھوٹے بہانوں اور جھوٹی قسموں سے ہوتا ہوا اس منزل تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ کے رسول کی عداوت و دشمنی اور صادق الایمان مسلمانوں سے بغض اور دشمنی دل میں گھر کر جاتی ہے۔ یہ گویا کہ اس مرض کی وہ آخری سٹیج ہے کہ جس کے بعد دلوں پر مہر ہو جاتی ہے۔ یہ point of no return ہے کہ یہاں سے واپسی کا اب کوئی امکان نہیں۔

منافقین کا ظاہر

فرمایا: ﴿وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ﴾ کہ اے نبیؐ! جب آپؐ انہیں دیکھتے ہیں تو ان کا تن و توش آپؐ کو بڑا بھلا لگتا ہے —— یہ بات سورۂ توبہ میں بھی بعینہٖ انہی الفاظ میں آئی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ دنیا دار اور دنیا پرست ہیں اور جن کی ساری محنت اور جدوجہد کا مقصود اور مصرف بس دنیا کی زندگی ہے' ان کے پاس مال و دولت بھی وافر ہوگی اور معاشرے میں انہیں ایک حیثیت و وجاہت بھی حاصل ہو گی۔ وہ جس مجلس میں بیٹھے ہوں گے معتبر نظر آئیں گے۔ تو اس کا ایک نقشہ یہاں کھینچا گیا ہے کہ اے نبی! جب آپؐ انہیں دیکھتے ہیں تو ان کے قد و قامت اور ان کے تن و توش سے آپؐ متاثر ہوتے ہیں ﴿وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِھِمْ﴾ ''اور جب وہ کوئی بات کرتے ہیں تو (ان کی ظاہری حیثیت کے موافق) آپ ان کی طرف متوجہ ہوتے اور بڑے غور سے ان کی بات سنتے ہیں —— ﴿کَاَنَّھُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَۃٌ﴾ یہ ان لکڑیوں کی مانند ہیں جنہیں سہارا دے کر کھڑا کیا گیا ہو —— آپؐ ان کے اس ظاہری تن و توش پر نہ جایئے' یہ لوگ اندر سے بالکل کھوکھلے ہیں۔

انسان کی ایک معنوی شخصیت ہوتی ہے۔ وہ اس کی قوتِ ارادی' اس کے عزم اور

اس کی سیرت و کردار کی قوّت سے عبارت ہوتی ہے۔ کوئی شخص خواہ بظاہر دبلا پتلا اور نحیف الجثہ ہو' ابوبکر صدیق ؓ کی مانند کہ جو نحیف و نزار ہی نہیں رقیق القلب بھی تھے' لیکن اندر اگر ایک عزیمت اور ایک فیصلہ کن ولولہ موجود ہو تو یہ شخص ان لوگوں میں سے ہوگا جو تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ جن کے ذریعے سے قوموں کی تقدیریں بدلتی ہیں۔ تو اس معنوی شخصیت کے اعتبار سے ان منافقین کا حال یہ ہے کہ: ﴿كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ﴾ بڑی عمدہ تشبیہہ ہے کہ ایک تو وہ درخت ہے کہ جو خود اپنے بل پر کھڑا ہے اور ایک وہ لکڑی ہے جو اپنی جگہ چاہے کتنی ہی موٹی اور وزنی کیوں نہ ہو لیکن زمین سے چونکہ اسے غذا نہیں مل رہی لہٰذا وہ سوکھ چکی ہے اور اب وہ اپنے بل پر کھڑی نہیں ہوسکتی' اسے کسی سہارے کی ضرورت ہے۔ کہیں اسے سہارا دے کر کھڑا کر دیجئے تو کھڑی رہے گی' بصورتِ دیگر ڈھیر ہو جائے گی۔ ان منافقین کی معنوی حیثیت بھی ان خشک لکڑیوں سے مختلف نہیں!

منافقین کی باطنی کیفیت

آگے فرمایا: ﴿يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ﴾ ان کی اس باطنی کیفیت میں جو بزدلی' کمزوری اور ضعف مضمر تھا اس کی تعبیر ان الفاظ میں فرمائی کہ جب بھی کوئی چیخ یا کوئی بلند آواز کان میں پڑتی ہے تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہماری شامت آ گئی۔ دل ہی دل میں لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں۔ سورۃ القیامۃ کی اس آیت کے مصداق کہ ﴿بَلِ الْإِنسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ﴾ انہیں خوب معلوم تھا کہ وہ کہاں کھڑے ہیں۔ ان کی اصل حقیقت کیا ہے! —— قرآن میں اگر کوئی وعید وارد ہوتی تو بھی کم از کم وقتی طور پر ان کی جان پر بن جاتی تھی' اس لئے کہ ان کا ضمیر متنبہ کر دیتا تھا کہ یہ ہے انجام جس سے تم دوچار ہوگے۔ اور صَيْحَة کے لفظ کے حوالے سے اشارہ کر دیا گیا کہ کہیں کوئی خطرے کی گھنٹی بجتی' یعنی کسی طرف سے کوئی خطرے کی آواز سنائی دیتی کہ کوئی لشکر حملہ آور ہوا چاہتا ہے تو خوف و دہشت سے ان کی جانیں لرزنے لگتیں۔ فرمایا: ﴿هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ﴾ یہی ہیں اصل دشمن۔ اے نبی! ان کو پہچانئے اور ان کی ریشہ دوانیوں سے بچنے کی کوشش کیجئے۔ یہ جو آستین کا سانپ ہیں ان کا ڈنگ بہت خطرناک ہے۔ لہٰذا

آپ پورے طور پر چوکس اور محتاط رہیں اور ان کے طرزِ عمل پر نظر رکھیں۔ آیت کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ اللہ انہیں ہلاک کرے' یہ کہاں سے لوٹائے جا رہے ہیں! اس میں ایک حسرت بھی ہے کہ کہاں تک ان کی رسائی ہوئی' یہ اپنی خوش بختی کا تصور کریں کہ محمد ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونے کا شرف انہیں حاصل ہوا' لیکن یہ بد بخت کہاں تک پہنچ کر واپس جا رہے ہیں! —— یہ کس خوش بختی' رشد اور فوز و فلاح کی منزل کے قریب پہنچ کر اب محرومی کی طرف لوٹائے جا رہے ہیں!!

منافقین کی ہٹ دھرمی اور تکبر

اگلی آیت میں فرمایا: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ کہ اپنے غلط طرزِ عمل پر پشیمان ہونے اور اصلاحِ احوال کی جانب متوجہ ہونے کی اب ان سے توقع بھی عبث ہے۔ یہ چیز اس مرض کے آغاز میں تو ہوتی ہے لیکن اب معاملہ آگے بڑھ چکا ہے۔ مرضِ نفاق اب تیسری سٹیج میں داخل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ان کا حال یہ ہے کہ جب اہل ایمان ان سے یہ کہتے کہ تم سے جو غلطی ہوئی ہے اس کے ازالے کے لئے چلو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دو اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لو' تا کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہارے لئے استغفار کریں اور اللہ سے تمہاری خطاؤں کی معافی چاہیں تو بجائے اس کے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خطا کا اعتراف کریں ﴿لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ﴾ ''اپنے سروں کو مٹکاتے ہیں'' —— یعنی متکبرانہ انداز میں اپنے سر کو جھٹک دیتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے باطن میں نفاق کا پودا پوری طرح برگ و بار لا چکا ہے اور ان کی پوری شخصیت پر آکاس بیل کی طرح مسلط ہو چکا ہے۔ فرمایا: ﴿وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ رکے رہ جاتے ہیں' استکبار کرتے ہوئے'' —— ان کے قدم گویا کہ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر غلطی کا اعتراف اور استغفار کی درخواست کرنے سے گویا کوئی چیز ان کے قدموں کو روکے ہوئے ہے اور یہ سب کچھ درحقیقت تکبر اور گھمنڈ کے باعث ہے۔

منافقین کا حسرت ناک انجام

اگلی آیت میں اس حسرت ناک انجام اور محرومی کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو منافقین کا

مقدر ہے۔ فرمایا: ﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ﴾ کہ اے نبی! ان منافقین کے لئے برابر ہے آپؐ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں' اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ گویا کہ آپؐ کا استغفار بھی ان بدبختوں کے حق میں مفید نہیں۔ اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ میں یہ مضمون سورۂ توبہ میں دہرایا گیا ہے۔ وہاں اضافی طور پر فرمایا: ﴿اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ﴾ کہ اگر آپؐ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار فرمائیں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ منافقین کے بیان میں یہاں وہی اسلوب اختیار کیا گیا ہے جو سورۃ البقرۃ کے پہلے رکوع میں پکے اور کٹر کافروں کے لئے ملتا ہے۔ وہ کھلے کافر جو کفر کی آخری حدوں کو پہنچ چکے تھے' جن کے لئے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ﴾ کے فیصلے کا اعلان ہوا' ان کے بارے میں سورۃ البقرۃ میں یہی الفاظ آتے ہیں: ﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴾ کہ ان کافروں کے حق میں بالکل برابر ہو چکا ہے خواہ آپؐ انہیں خبردار فرمائیں خواہ نہ فرمائیں' اب یہ ایمان لانے والے نہیں۔ وہی بات یہاں منافقین کے بارے میں فرمائی گئی۔ گویا منافقین کا شمار اگرچہ دنیا میں مسلمانوں ہی میں ہوتا ہے لیکن ان کا انجام بدترین کافروں کے ساتھ ہوگا۔

آیت کے آخری ٹکڑے میں اسی قاعدہ کلیہ کو دہرایا گیا جو اس سے پہلے سورۃ الصّف میں بھی بیان ہوا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴾ "یقیناً اللہ ایسے فاسقوں کو راہ یاب نہیں کرتا" —— یہ بات اس کی سنت اور اس کے ضابطے کے خلاف ہے کہ وہ کسی کو زبردستی راہِ ہدایت پر لے آئے۔ زبردستی ہدایت دینی ہوتی تو پھر کون ہوتا جو ہدایت سے محروم رہ جاتا۔ پھر تو ابوجہل اور ابولہب بھی ہدایت سے محروم نہ رہتے۔ اللہ تو ہدایت انہی کو دیتا ہے جو ہدایت کے جویا ہوں' جو ہدایت کے طالب اور متلاشی ہوں' جو ہدایت اختیار کرنے کا فی الواقع ارادہ رکھتے ہوں۔ جو لوگ دیدہ دانستہ فسق و فجور کے راستہ پر چل رہے ہوں انہیں زبردستی ہدایت دینا اللہ کا طریقہ نہیں!

(جاری ہے)